رسائل و مسائل

جرم و سزا اور توبہ و استغفار

تفسیر ماجدی میں ہے کہ جن گناہوں کے لیے حد شرعی مقرر ہے (شراب نوشی' زناکاری' چوری وغیرہ) وہ جب تک حد جاری نہ ہو جائے محض توبہ و استغفار سے معاف نہیں ہو سکتے۔ یہ بات کچھ سمجھ میں نہ آئی۔ ایک شخص سے غلطی یا کوئی بہت ہی سخت لغزش ہو جائے' اب وہ لاکھ نادم ہو' ہر طرح توبہ و استغفار خلوص قلب کے ساتھ کر رہا ہو اور بالتہ عہد اس معصیت کے نہ دہرانے کا کر رہا ہو' پھر بھی خدائے غفور و رحیم اس کو معاف نہیں کرتا۔۔۔ یہ تو ارحم الراحمین سے بہت بعید معلوم ہوتا ہے۔ پھر جب ایسی نظیریں پہلے بھی گزر چکی ہیں اور اس زمانہ حال میں بھی گزری ہیں کہ اکابر سے بھی اپنی عمر کے کسی دور میں شدید لغزشیں اور خطائیں سرزد ہوئیں لیکن بعد کو وہ ایسا سنبھلے کہ ان کا وجود امت کے لیے باعث فخر بن گیا تو ایسے حضرات کو کیسے قیامت تک کے لیے عذاب میں گرفتار فرض کر لیا جائے؟

مسئلے کی صحیح صورت وہی ہے جو خود سائل کے ذہن میں ہے۔ تفسیر میں عبارت تنگ رہ گئی ہے اس لیے مسئلے کی پوری صورت واضح نہ ہو سکی۔ اللہ معاف فرمائے۔ اب اس میں تصحیح اور اصلاح تو صرف طبع ثانی ہی میں ممکن ہے۔ وہاں مراد' یقیناً یہ ہو گی کہ مجرم کی آہ و فریاد سے متاثر ہو کر کسی واجب الحد جرم میں حد کا ساقط کر دینا کسی دنیوی حاکم' قاضی وغیرہ یہاں تک کہ پیمبر کے بھی اختیار میں نہیں۔ یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ عاصی تائب کو اللہ ارحم الراحمین بھی اپنی قدرت و رحمت سے معاف نہیں کر سکتا۔

جب کفر جلی اور شرک تک' کہ ان سے بڑھ کر کوئی معصیت اس پردۂ زمین پر ممکن نہیں' توبہ کے بعد معاف ہو جاتے ہیں تو پھر شراب نوشی' چوری وغیرہ کے جرم تو کہیں ہلکے ہیں۔ ان کی بنیاد پر بندۂ تائب کیوں مایوس ہو جائے؟ قبول توبہ کا قانون (گناہ جو اور جیسا بھی ہو) قرآن مجید نے تین جگہ بڑی صراحت سے بیان کر دیا ہے اور دلالتاً و ضمناً تو اور متعدد جگہ بھی۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (النساء ۴:۱۷)

"ہاں یہ جان لو کہ اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق انھی لوگوں کے لیے ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی برا فعل

کر گزرتے ہیں اور اس کے بعد جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ اپنی نظر عنایت سے پھر متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ ساری باتوں کی خبر رکھنے والا اور حکیم و دانا ہے۔

من قریب (جلدی) کی گنجائش صحابیوں اور تابعین کی مستند تفسیر میں قبل موت تک کی ہے۔ اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے: کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْکُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (الانعام ۶:۵۴) "تمھارے رب نے رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کر لیا ہے (یہ اس کا رحم و کرم ہی ہے کہ) اگر تم میں سے کوئی نادانی کے ساتھ کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے تو وہ اسے معاف کر دیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے۔ البتہ جن لوگوں نے جہالت کی بنا پر برا عمل کیا اور پھر توبہ کر کے اپنے عمل کی اصلاح کر لی تو یقیناً توبہ و اصلاح کے بعد تیرا رب ان کے لیے غفور اور رحیم ہے"۔

صراحتیں قبول توبہ کی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہیں، اور خود توبہ کی حقیقت شریعت میں یہ بتائی گئی ہے: ۱۔ ماضی پر ندامت، ۲۔ مستقبل میں ترک معصیت کا عزم، ۳۔ تدارک و تلافی بقدر امکان۔

ایک جگہ صراحت کے ساتھ واجب الحد مجرموں اور ان کی سزاؤں کا بیان ہے:

"جو لوگ لڑتے رہتے ہیں اللہ اور اس کے رسولؐ سے اور ملک میں فساد پھیلاتے رہتے ہیں، تو ان کی سزا بس یہی ہے کہ وہ قتل کر دیے جائیں یا سولی پر چڑھا دیے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیے جائیں یا وہ ملک بدر کر دیے جائیں۔ یہ تو ان کی رسوائی دنیا میں ہوئی اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے"۔

لیکن انھی باغیوں، خونیوں، ڈاکوؤں اور مفسدوں کے لیے معاً بعد ہی صراحت بھی موجود ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (المائدہ ۵:۳۴)، "مگر جو لوگ توبہ کر لیں قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پاؤ--- تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے"۔

توبہ کے بعد تو ایسے شدید، واجب الحد مجرموں سے بھی حد ساقط ہو جائے گی اور صفات مغفرت و رحمت اپنی پوری تجلی دکھائیں گی۔

یہ تو عام قاعدہ ہوا۔ پھر ہندستان اور پاکستان اور آج کے وہ سارے ملک جن میں نظام شریعت سرے سے برپا ہی نہیں وہاں تو اجرائے حد کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

یہ جواب یہاں تک پہنچ کر ختم ہو رہا تھا کہ سورۃ البقرہ کی آیت ۱۹۲ نظر میں آ گئی۔ اوپر سے حکم مشرکین و معاندین سے قتال کا چلا آ رہا ہے، آگے ہے: فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ، "پھر اگر وہ باز آ

جائیں' تو جان لو کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے"۔ اور اس کے تحت میں فقہا و مفسرین نے صراحتاً لکھا ہے کہ جب شرک و کفر سے توبہ قبول ہو سکتی ہے تو قتل عمد تو اس سے خفیف تر ہے۔ اس سے توبہ کیوں نہ قبول ہو گی' اور قاتل عمد کی توبہ کا مسئلہ اس سے مستنبط کیا ہے۔

ابوبکر جصاص رازی حنفی کی احکام القرآن میں ہے: "اس سے دلالت اس پر ہوتی ہے کہ قاتل عمد کی بھی توبہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ کفر تو گناہ میں بہرحال قتل سے بڑھا ہوا ہے اور اللہ یہاں خبر دے رہا ہے کہ وہ کافر کی توبہ قبول کر لیتا ہے' اسے بخش دیتا ہے"۔

اور ابن حبان کی تفسیر بحر المحیط میں ہے: "آیت میں دلالت ہے قاتل عمد کی قبول توبہ پر' اس لیے کہ کفر تو قتل عمد سے بڑھ کر معصیت ہے۔ اور اللہ خبر دے رہا ہے کہ وہ کفر سے توبہ قبول کر لیتا ہے"۔

اور امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اس سے بھی زیادہ صاف لکھ دیا ہے: "آیت اس پر دلالت کر رہی ہے کہ توبہ ہر گناہ سے قبول ہو سکتی ہے اور جس نے یہ کہا کہ قاتل عمد کی توبہ غیر مقبول رہتی ہے' اس نے اس قول میں غلطی کی۔ اس لیے کہ شرک تو قتل سے شدید تر ہے۔ جب اللہ کافر کی توبہ قبول کر لیتا ہے تو قاتل کی توبہ تو قبول کی مستحق تر ہے"۔

اور صاحب روح المعانی نے بھی صاحب بحر کے قول کو دہرا دیا ہے۔ دل کو بڑی تقویت دین کے ان زبردست شارحوں کی تائید سے حاصل ہو گئی۔

اس کے بعد ہی ذہن ابن القیم کی مشہور کتاب اعلام الموقعین کی طرف گیا۔ اصل کتاب تو فی الفور موجود نہ تھی' البتہ اس کا اردو ترجمہ "دلائل المحققین" کے نام سے مل گیا۔ سند کے لیے وہ بھی کافی ہے۔ اس میں ذیل کی عبارتیں نظر پڑ گئیں:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان گناہوں پر حد واجب کر دی جن کے ارتکاب کا طبعی تقاضا ہے اور جن کی روک تھام طبعاً نہیں ہے۔ حدیں خدا کی سزائیں ہیں' دنیا میں جیسے اس کی سزائیں ہیں' آخرت میں بھی ہیں' جبکہ وہ لوگ بے توبہ مریں۔ ہاں توبہ کرنے والا خدا کے نزدیک مثل گناہ نہ کرنے والے کے ہے۔ بس جس نے موت سے پہلے خالص توبہ کر لی' اسے اس گناہ پر سزا نہ دے گا۔ یہی حال احکام دنیا کا رکھا ہے کہ جب اس نے خلوص سے توبہ کر لی' اس سے پہلے کہ اسے امام تک پہنچایا جائے' تو اس کے اوپر سے حد گر گئی۔ زیادہ صحیح قول علما کا یہی ہے لیکن جب امام تک معاملہ پہنچ گیا تو اب توبہ سے حد ساقط نہ ہو گی۔ (دلائل المحققین' حصہ پنجم' ص ۱۰۷' مطبوعہ دہلی)

اور خیر یہ سوال تو پھر بھی ہلکا یعنی توبہ کے بعد اسقاط حد کا ہے۔ قرآن مجید میں تو اس سے بڑھ کر یعنی بغیر توبہ کے بھی مغفرت کی بشارت موجود ہے۔ سورہ رعد کے اندر خود یہ الفاظ موجود ہیں: وَاِنَّ

وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ "اور بے شک آپ کا پروردگار لوگوں کے حق میں باوجود ان کے ظلم کے صاحب مغفرت ہے"۔ جس کے لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل ہوتا چلا آ رہا ہے: "لیس فی القرآن ارجی آیۃ من ھذہ" "قرآن مجید میں اس سے بڑھ کر پرامید و پرتسلی کوئی آیت نہیں ہے"۔

عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ کی تصریح قرآنی پر غور ہو توبہ کے بعد تو گناہ گار "گناہ گار باقی ہی نہیں رہتا۔ اس کا گناہ معاف ہو ہی جاتا ہے۔ یہاں تو یہ تصریح ہے کہ بندوں کے ظلم و زیادتی کے ہوتے ہوئے اللہ اس کے حق میں صاحب مغفرت ہے، جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ غیر تائبین کے بھی حق میں صاحب مغفرت ہے۔ اکابر اہل سنت کا تو یہی مسلک ہے۔ امام رازیؒ تفسیر کبیر میں کہتے ہیں: "ہمارے بزرگوں (یعنی اہل سنت) نے آیت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ کبیرہ بغیر توبہ کے بھی معاف کر دیتا ہے"۔

اور بیضاوی میں ہے: "علی ظلمھم کی قید اس پر دلیل ہے کہ توبہ کے بغیر بھی معافی ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ جو تائب ہو گیا وہ پھر ظالم ہی کہاں رہا"۔ (مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ)

غیر محرم کے ساتھ حج

میری بیوی کے ساتھ اس کی بھابی جن کے لیے میں غیر محرم ہوں، حج پر جانا چاہتی ہیں۔ بعض دوسرے اعزہ کا بھی ساتھ ہے۔ مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا اس صورت میں میری زوجہ کی بھابی ہمارے ساتھ حج کو جا سکتی ہے۔ میں نے محمد یوسف اصلاحی کی کتاب آسان فقہ (حصہ دوم) صفحہ ۲۵۰-۲۵۱ کے حاشیہ میں درج ذیل عبارت کی روشنی مین اثبات میں جواب دیا:

"جس خاتون کا شوہر نہ ہو اور کوئی ایسا محرم بھی نہ ہو جس کے ساتھ سفر حج میں جا سکے تو پھر وہ ان رفقا سفر کے ساتھ سفر کر سکتی ہے جن کی اخلاقی حالت قابل اطمینان ہو۔ یہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا مسلک ہے"--- مسئلے کی نزاکت کے سبب میں نے یہاں ایک مولوی صاحب، جو مسجد کے خطیب اور حافظ قرآن ہیں، سے پوچھا اور درج بالا کتاب کا حوالہ دیا۔ انھوں نے کہا "یوسف اصلاحی، مودودی ذہن کا بندہ ہے۔ حوالہ بھی غلط ہے۔ وہ عورت نہیں جا سکتی، حج نہیں ہو گا"۔ یہ اس مفتی کا فتویٰ ہے۔ اس سلسلے میں آپ سے رہنمائی درکار ہے۔

آپ نے اپنی اہلیہ کی بھابی کے متعلق جو استفسار کیا ہے کہ وہ آپ کے، درآں حالیکہ آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ اور دوسرے متعدد افراد ہیں، حج پر جا سکتی ہیں یا نہیں، اور اس سلسلے میں آپ نے مولانا